تبصرے

حیاتِ سلیمان از مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی تقطیع متوسط ضخامت ۸۷ صفحات کتابت وطباعت بہتر قیمت درج نہیں پتہ :- دار المصنفین اعظم گڈھ

مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ عہدِ حاضر میں اپنے علم وفضل اور جامعیت کے اعتبار سے عالمِ اسلام کی ایک نہایت ممتاز اور بلند پایہ شخصیت تھے، اسلامی علوم وفنون تحقیق وتنقید، شعر وادب، تعلیم وسیاست، تقریر وخطابت ان میں سے کوئی میدان ایسا نہیں ہے جو آپ کے اشہبِ فکر وقلم کی جولان گاہ نہ رہا ہو۔ ایک تصوف رہ گیا تھا تو سب کاموں سے فارغ ہو کر اُس میں بھی وہ کمال پیدا کیا کہ اس راہ کے مردانِ کار میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ - حضرت سید صاحب کے حالات میں کتابیں شائع ہو چکی ہیں لیکن مکمل ومبسوط اور محققانہ ومستند سوانح حیات کا حق دار المصنفین کی مسندِ علم پر آپ کے جانشین سے بہتر اور کون ادا کر سکتا۔ چنانچہ خوشی کی بات ہے کہ جس طرح سید صاحب نے "حیاتِ شبلی" لکھ کر اپنے استاد کا حق ادا کیا تھا ٹھیک اسی انداز میں شاہ صاحب نے یہ صحیفۂ زریں مرتب کر کے اپنے استاد ومربی کا حق ادا کر دیا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ سید صاحب کو حیاتِ شبلی کے لئے مواد ادھر ادھر سے جمع کرنا اور دوسروں کی امداد کا سہارا لینا پڑا۔ لیکن شاہ صاحب کو اس کی ضرورت پیش نہیں آئی کیوں کہ سید صاحب اپنی مصروفیتوں اور سرگرمیوں کی روئداد معارف میں قلمبند کرتے اور مکاتیب میں بھی اپنے احوال وکوائف لکھتے رہتے تھے اور

ان میں سے اکثر بیشتر محفوظ بلکہ شائع ہو چکے تھے۔ اس بنا پر شاہ صاحب نے اپنے استادِ علام کی زندگی کی داستان زیادہ تر خود استاد کی زبان سے سنائی ہے۔ اس حیثیت سے اس کتاب کو صاحبِ سوانح کی خود نوشت سوانح حیات بھی کہا جا سکتا ہے۔ لیکن شاہ صاحب نے اس پوری داستان کو محنتِ شاقہ اور عرق ریزی کے بعد اس چابکدستی اور ہنرمندی سے مرتب کیا اور اس میں جگہ جگہ اپنی معلومات ومشاہدات کا رنگ اس خوبی سے بھرا ہے کہ پوری کتاب مجموعۂ لالۂ وگل ہو گئی ہے۔ پوری کتاب سنین کے اعتبار سے نو ابواب پر تقسیم ہے۔ اور ان میں سید صاحب کے خاندانی اور ذاتی حالات، اوصاف و کمالات اور اخلاق و شمائل کے علاوہ آپ کی تصنیفات و تالیفات مقالات و مضامین اور تقریریں اور خطبات، اسفار، تعلیمی اور سیاسی خدمات شعروشاعری، مختلف عہدے اور مناصب، ان سب پر استیعاب و استقصا سے کلام کیا ہے۔ سید صاحب کا تعلق چونکہ اپنے وقت کی تمام اسلامی، تعلیمی، سیاسی اور ادبی تحریکوں اور ان کے مراکز سے تھا۔ اس بنا پر یہ کتاب صرف ایک شخصی سوانح حیات نہیں بلکہ اس دور کی کم وبیش نصف صدی پر پھیلا ہوا ہے مسلمانوں کی تہذیبی اور تمدنی تاریخ بھی ہے۔ آخر میں سید صاحب کی وفات پر جو مرثیے لکھے گئے وہ اور بعض خاص خاص شذرات کے اقتباسات بھی دے دیئے گئے ہیں۔ اندازِ نگارش ایسا بے ساختہ و برجستہ اور شگفتہ ہے کہ کتاب کو شروع کرنے کے بعد اسے ختم کئے بغیر ہاتھ سے رکھدینے کو جی نہیں چاہتا۔ البتہ کتاب میں بعض معمولی فروگذاشتیں رہ گئی ہیں۔ مثلاً ص ۸ پر مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کو دیوبندی لکھا ہے۔ حالانکہ وہ چاندپوری تھے۔ چاندپور بجنور کے قریب ایک قصبہ ہے اور مولانا اسی نسبت سے مشہور تھے۔ ص ۱۲ پر حاشیہ میں مفتی عبداللطیف صاحب کے انتقال کا سن بھی غلط درج ہو گیا ہے۔ صحیح تاریخ غالباً ۱۳۷۸ھ یا ۱۳۷۹ھ ہے